سید عبداللہ اور پاکستانیت

عادل سعید قریشی *
Adil Saeed Qureshi
ڈاکٹر نذر عابد **
Dr. Nazar Abid

Abstract:

" Dr. Syed Abdullah was one of the most moderate scholars of his times. He was a seasoned thinker and a social scientist of his era. He educated Pakistanis as to the real meaning of Islamic ideology of Pakistan was made. He worked all his life to make Pakistanis the real Muslims capable of achieving the objectives for which Pakistan was brought into being. He most passionately and dedicatedly worked to promote the cause of two nations' theory and Pakistani culture. In all his work, he tried to guide and educate his nation to be the proud upholder of her religion and culture. He specially emphasized and highlighted the national objectives of the very existence of the Pakistan and her culture in his writings and teachings in order to let the common Pakistani citizen to be aware of and proud of his heritage of religion and culture. In this article, an analytical study has been brought forwarded regarding the sense of Pakistani as elaborated by Syed Abdullah in his literary works."

ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۰۶ـ۱۹۸۶ء) ایک سچے محب وطن تھے۔ وہ تحریک پاکستان کے بھی سرگرم رکن رہے تھے اور قائداعظم محمد علی جناح کی تحریک آزادی اور ان کے سیاسی شعور سے براہ راست مستفیض ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے پاکستان بنتے دیکھا تھا اور اس کے لیے دی جانے والی قربانیوں کے وہ چشم دید گواہ بھی تھے۔ پاکستان جس دو قومی نظریہ کا نتیجہ تھا اس سے سید عبداللہ کلی طور پر متفق تھے۔ یہ دو قومی نظریہ محض ایک مملکت کے قیام ہی کا محرک نہ تھا بلکہ

☆ پی۔ایچ۔ڈی سکالر، ہزارہ یونیورسٹی
☆☆ صدر شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

اس نظریے نے ایک نئے معاشرے اور ثقافت کی تشکیل بھی کرنا تھی، اس معاشرے اور ثقافت کی تشکیل کہ جس کی بنا آج سے پندرہ سو سال قبل حضرت محمدؐ نے رکھی تھی۔ (۱) جب اس معاشرتی نظام کے لیے مدینہ کے علاقے کو چنا گیا تھا جہاں سرکار دو عالم کی رہنمائی اور سرکردگی میں پہلی اسلامی ریاست و مملکت بنی اور یہ ریاست ہی اسلامی مفکرین اور فلاسفہ کے لیے ایک نمونہ ہے۔ (۲)

سید عبداللہ خاص طور پر ایسے پہلوؤں پر سوچ بچار کرتے تھے جن کا تعلق پاکستان کے معاشرتی، تہذیب و ثقافتی، عمرانی، سیاسی اور سماجی پہلوؤں سے ہے۔ پاکستان بننے اور پاکستان بن جانے کے بعد کی قومی اور ملی ذمہ داریوں سے وہ آگاہ تھے ہی وہ اس پاکستان کو علامہ اقبال کے خواب اور ایک نظریاتی ریاست و مملکت کے طور پر دیکھتے تھے۔ قائد اعظم کی اس تعبیر کا وہ مقام اور درجہ بھی ان کے پیش نظر تھا کہ ہم پاکستان کو اسلام کا قلعہ اور اسلامی اصولوں کی جانچ کی تجربہ گاہ بنائیں گے۔ (۳) ان کے نزدیک پاکستان ایک دینی تشخص اور تہذیبی شناخت کے حوالے کے طور پر معرض وجود میں آیا ہے یہ ایک قوم کو دوسری قوم سے الگ کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اب اس پاکستان کی اقدار، روایات، رسم و رواج، طرز حیات کو ہر لحاظ سے اس نمونے پر ہونا چاہیے کہ جس کے سبب یہ قوم دوسری تمام اقوام سے جداگانہ رنگ ڈھنگ رکھتی ہو، انہی عناصر کو سید صاحب نے "پاکستانیت" کا نام دیا ہے۔ سید عبداللہ نے اپنے مضامین اور لیکچرز میں پاکستانیت پر زور دیا ہے۔ ان کا تصور پاکستانیت یہ ہے کہ ہر فرد پاکستانی ہونے یعنی اپنی پاکستانی قومیت پر فخر کرے اور اپنے مثبت اور اعلیٰ دینی، ثقافتی، سماجی، عمرانی، سیاسی اور تہذیبی اقدار کے فروغ اور ترویج کے لیے انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور خلوص سے نبھائے۔ ان کے نزدیک پاکستانیت اور پاکستانی قومیت میں کوئی فرق نہیں:

> " ہمارے لیے قومیت اور پاکستانیت مترادف ہیں۔ یہ پاکستانیت صرف سیاست کے امور تک محدود نہیں، اس کا تعلق زندگی کے کل شعبوں سے ہے۔" (۴)

گویا سید عبداللہ کے نزدیک پاکستانیت سے مراد وہ حوالہ ہے جو کسی بھی عمل، فن پارہ، ادب پارے، تہوار اور پروگرام کو "پاکستانی" قرار دے۔ شلوار قمیض ہندوستان کے لوگوں کا بے تکلف پہنے جانے والا لباس ہے اور اس کے ساتھ واسکٹ، شیروانی اور قراقلی کو پاکستانی لباس قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح وہ تمام اسلامی اقدار، تقاریب و تہوار پاکستانیت کے حامل ہیں جو ہندوستان کے مسلمانوں کے ہاں رواج پذیر ہیں اور اسلامی مذاق اور مزاج سے متحارب نہیں مثلاً گود بھرائی،

عقیقہ، ختنہ، رسم بسم اللہ، شادی بیاہ کی رسمیں اور تجہیز و تکفین کے آداب، صدقات وخیرات وغیرہ کے انداز، تکلفات رمضان، عید الفطر کے موقع پر سویاں، شیر خرما اور چنا چاٹ کے ساتھ مقامی مٹھائیاں وغیرہ ان تہوار کو پاکستانیت سے رنگ دیں گی۔ عید میلاد النبیؐ جس طرح پاکستان میں منائی جاتی ہے اس طرح کسی اور جگہ نہیں منائے جاتی لہذا یہ بھی پاکستانیت کا حوالہ ہے۔ محافل نعت کا اہتمام، عرس اور شام غریباں، شب برات اور محافل شبینہ وغیرہ اوراسی طرح دیگر مقامی میلے ٹھیلے اور تہواروں کا رنگ ڈھنگ پاکستانیت کا علمبر دار ہے۔ سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

> ” میں کلچر کے معاملے میں وسیع النظری کا قائل ہوں۔ مگر یہ دل سے چاہتا ہوں کہ پاکستانیت بھی کسی نہ کسی شکل میں ترقی پذیر ہو اور دنیا میں پاکستان کی انفرادیت تسلیم ہو۔ اس کی تعمیر کرنے اور مفاہمت کے اصول متعین کرنے سے یہ مشکل یقیناً رفع ہو جائے گی۔“(۵)

سید عبد اللہ کا خیال راست ہے کہ پاکستانیت کو فروغ دینا اور اس کے لیے خلوص نیت سے منصوبہ بندی کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہماری قومیت کے درخت کا پھل یہی پاکستانیت ہے۔ پاکستان کی موسیقی، ادب، لوک ادب، ذرائع ابلاغ، میڈیا اور ورثہ اس بات کا متقاضی ہو گا کہ اس کو الگ اور نئی شناخت ملے جو پاکستانی ہو اور یوں پاکستانیت کا عنصر یا خوبی نمایاں ہو۔ افضل حق قرشی لکھتے ہیں:

> ”پاکستانیت سے مراد پاکستان کا رنگ اور پاکستان کی جھلک ہر عمل، ہر جگہ اور ہر شے میں دکھائی دے۔ ادب ہو کہ موسیقی، شاعری ہو کہ ڈراما اور فلم، کھانے پکانے کا فن ہو یا رسم ورواجِ شادی ہوں یا میلے اور عرس، فن تعمیر ہو کہ فن باغبانی، بینکاری ہو کہ صنعت کاری غرض ہر شعبے میں پاکستان کا رنگ یعنی پاکستانیت موجود ہو۔“(۶)

دوسرے الفاظ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ پاکستانیت سے مراد وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے ہم پاکستان میں نشو ونما پانے والی اقدار وروایات، رسوم اور رواجات، ادب وشاعری، مجلسی زندگی، نظام ہائے معاشرت کے اختلاف سے اس کو دیگر معاشروں سے مختلف قرار دے پائیں۔ اسلامی اقدار نے تو ساری دنیا میں نشو ونما پائی ہے اور یہ تمام ثقافتیں اسلامی ہی ہیں مگر اپنی مقامیت کی وجہ سے ہر ایک تمدن اور ثقافت دوسرے خطوں سے الگ اور منفرد پہچان رکھتی ہے۔ جیسے مصر و ایران اور انڈونیشیا میں پنپنے والی تہذیب وثقافت ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہوئے بھی اسلامی ہی

ہے۔(۷) اسی طرح پاکستانی فضا میں پلنے بڑھنے والی معاشرت اور تہذیب و ثقافت باقی اسلامی سرچشموں سے مستفید ہوتے ہوئے بھی اپنی الگ شناخت رکھتی ہے۔ ادب اور فنون لطیفہ میں یہ رنگ نمایاں ہوں گے۔ سید عبد اللہ کے مطابق:

" پاکستانی ادب (دیگر شعبہ پائے زندگی میں بھی) خالص پاکستانی عناصر موجود ہیں۔ یہ سچ ہے کہ یہ اتنے واضح اور قوی نہیں جتنے دنیا کے بعض دوسرے ممالک میں ہیں۔ لیکن یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ پاکستان کی عمر ابھی بہت کم ہے اتنے تھوڑے عرصے میں منفرد نقوش کا پختہ ہونا دشوار ہے۔"(۸)

سید صاحب کی بات لائق اعتنا ہے اور اس پہلو کی وجہ سے ہی آج بحیثیت قوم ہمیں بہت توجہ اور محنت کی ضرورت ہے بلا تخصیص ہر شعبہ کو اسی حوالے سے ایک شناخت دینے کی ضرورت ہے۔ تھوڑا وقت اور گزرا تو یہ نقوش پختہ اور واضح ہو جائیں گے مگر اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ پاکستانیت کے آثار مختلف زندگی کے شعبوں میں دکھائی بھی دے رہے ہیں مثلاً "پاکستانی اردو" ہی کو دیکھ لیں۔ اردو نے آزادی کے بعد ایک طویل اور مثبت سفر طے کیا ہے اردو شعرا اور ادیبوں کی ایک بڑی تعداد اور دو زبان کے حوالے سے غیر اہل زبان ہے گویا ان کی مادری زبانیں دوسری پاکستانی زبانیں ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اردو کا ایک نیا محاورہ معرض وجود میں آیا اردو کو ایک الگ اور نیا رنگ ملا جس کو "پاکستانی اردو" کا نام دیا گیا۔ بقول ڈاکٹر محمود الرحمان:

" ہم پاکستان کے مقامی الفاظ و محاوارت کو کیوں نہ استعمال کریں اور اردو کے بدلتے ہوئے خدوخال کو مزید تاب و توانائی کیوں نہ عطا کریں۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ زبان ایک ایسی جوئے بار کی حیثیت رکھتی ہے جو مختلف مراحل سے گزرتی ہے اور اپنے دامن میں جملہ ثقافتی، لسانی اور جغرافیائی عناصر کو سمیٹتی چلی جاتی ہے۔ یہی حال اردو زبان کا ہے۔ اس کے خدوخال بدلتے جائیں گے آج یہ زبان ویسی نہیں جیسی میر وغالب کے زمانے میں تھی (پاکستانی اردو بن گئی ہے)۔"(۹)

اردو روز مرہ اور محاورہ میں دیگر پاکستانی زبانوں کے اثرات کی موجودگی کے باعث اب ماہرین لسانیات "پاکستانی اردو" کی اصطلاح تسلیم کر رہے ہیں۔ پاکستانیت کے اثرات کے لیے ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ کسی بھی معاشرے میں جو معاشرتی اقدار جنم لیتی ہیں ان کا سرچشمہ اہلِ

معاشرہ کے عقائد ہوتے ہیں جو ان کی تمام مروجہ روایات و اقدار پر اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اس بات کو سید عبد اللہ نے نہایت سہولت سے یوں بیان کیا ہے:

> ” معاشرتی اخلاق کی بنیاد بھی چند اصولوں پر ہے اور یہ اصول چند عقیدوں سے ابھرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان عقیدوں کی نہاد روحانی (ہی نہیں) عقلی اور تمدنی اور تجرباتی ہوتی ہے۔ “(۱۰)

عقیدوں کے اثرات، روحانی، عقلی، تمدنی اور تجرباتی ہوتے ہیں اور انہی اثرات کے نتیجے میں کوئی معاشرہ ان روایات و رسومات کی تشکیل کرتا ہے جو اس کی پہچان بنتے ہیں اور اس کو دوسرے معاشروں سے الگ کرتے ہیں۔ یہی کلیہ پاکستانیت کے ضمن میں بھی استعمال ہو گا کہ پاکستانیت بھی اپنے منفرد اثرات یوں اس نوزائیدہ معاشرے پر ثبت کرے گی کہ پاکستان کی معاشرتی اور ثقافتی اقدار میں مثبت تبدیلیاں آئیں گی۔ پاکستان سے وابستہ لوگ، ان کا مذہب، لباس، طرز تمدن، اسلوب تعلیم، ثقافت، معاشی، سماجی اور سیاسی نظاموں پر پاکستانیت کی مہر لگی ہو گی۔

سید عبد اللہ نے اپنی کتاب ” پاکستان۔ تعبیر و تعمیر “ میں ” ادب اور پاکستانیت “ کے حوالے سے ایک پورا باب باندھا ہے۔ اس باب میں انھوں نے ادب میں پاکستانیت کی اہمیت اور افادیت کو خاص طور پر بیان کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ادب میں پاکستانیت کا چلن باہتمام کیا جانا چاہیے۔ ایسا کرنا وقت کی اہم ضرورت بھی ہے اور پاکستان کی حقیقی منزل تک رسائی کے علاوہ نئی نسل کی آگاہی کا واحد اور معتبر وسیلہ بھی ہے۔ پاکستانیت کے ادب میں چلن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ” میں پاکستانی ادب کا انہی معنوں میں قائل ہوں اور چاہتا ہوں کہ پاکستانیت ایک مسلک اور ایک مشرب بن کر باقی شعبوں کی طرح فضائے ادب پر بھی چھا جائے اور میری تو آرزو ہے کہ یہ پاکستانیت ہماری زندگی کا ایک بنیادی ذوق بن جائے۔ “(۱۱)

دوسرے لفظوں میں سید عبد اللہ نے یہ تصور پاکستانیت دیا کہ پاکستان اور نظریہ پاکستان کا عکس اہل پاکستان اور متعلقات پاکستان کی زندگیوں، سوچوں اور عمل میں ہویدا ہو جائے یعنی پاکستان میں پاکستانی بینک کاری، پاکستانی ثقافت، پاکستانی موسیقی، پاکستانی نثر و شاعری، پاکستانی تحقیق و تنقید،

پاکستانی فکشن، پاکستانی ڈرامے اور فلم ، پاکستانی شادیاں، پاکستانی لباس، پاکستانی کھانے، پاکستانی زیورات اور پاکستانی نظام تعلیم، پاکستانی معاشیات و سماجیات جیسی اصطلاحات مروج ہوں۔ ہر کوئی اس پاکستان کی اس کے انفرادی امتیازات سے شناخت کرے۔ اس تصور کا ایک بہت خاص اور اہم پہلو سید عبداللہ یہ بتاتے ہیں کہ پاکستانیت کا مطلب و مقصد" بھارت دشمنی" ہر گز نہیں۔ یہ ایک مثبت جذبہ ہے جو حب الوطنی کے عظیم اور پاک جذبے کو متحرک کرتا ہے۔ اس کا کوئی منفی زاویہ نہیں۔ ہندوستان سے سیاسی معاملات میں اتار چڑھاؤ الگ معاملہ ہے لیکن پاکستانیت کا جذبہ بھارت سے مخاصمت کو بڑھاوا ہر گز نہیں دیتا۔ سید عبداللہ اس ضمن میں واضح موقف اختیار کرتے ہیں:

> "یہاں میں اس وضاحت پر اصرار کروں گا کہ نفرت اور جبر کے ذریعے پاکستانی اور ہندوستانی ادب میں ایک طرح کی مخاصمت برائے مخاصمت پیدا کرنے کا میں مخالف ہوں۔" (۱۲)

سید صاحب کی تمام تحریروں میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ بھارت کے ساتھ کسی قسم کی جارحیت کے حق میں نہیں ہیں اس کے لیے ان کے پاس کئی معقول دلائل ہیں مگر ان کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد وہاں آباد ہے اس لیے انسان دوستی سے زیادہ اکسیر ہتھیار اور کوئی نہیں۔ دوم ان ذات پات کے مارے غریب و مفلس عوام کے ساتھ دردمندی کرنی چاہیے اور کے دکھوں کا ازالہ کرنے کے لیے ادب کو ہی وسیلہ بنانا چاہیے۔ سید صاحب بھارت سے مخاصمت اور بھارتی کلچر کی تقلید سے اجتناب کا مشورہ دیتے ہیں۔ سید عبداللہ ایک مثبت انداز میں پاکستان کی محبت اور پاکستانی قومیت کی پہچان کو اپنی موجودہ اور آنے والی نسل میں منتقل کرنے کے خواہاں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جس اصولی موقف کی بنا پر ہم نے ہندوستان سے علیحدگی چاہی تھی اس کی روح سلامت رہے اور پاکستانی مسلمان اس وطن میں اپنے ضابطہ حیات کے مطابق زندگیاں گزاریں غیروں کی تقلید کرنے اور ان کے رسوم ورواج کو اپنانے سے گریز کریں۔

سید عبداللہ ایک محب وطن اور محب قوم شخصیت تھے۔ انہوں اپنی زندگی کو پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو محفوظ کرنے کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اہل وطن کو پاکستان سے محبت کرنے کا سلیقہ اور شعور دیا۔ اپنی ثقافت اپنے معاشرتی نظام کو بہتر بنانے کے لیے لوگوں کو ذہنی طور پر تیار کیا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ پاک وطن اسلام کا قلعہ ہے اور اسلامی عقائد کی تجربہ گاہ اس لیے وہ ساری

عمر اس کی مضبوطی اور فعالیت کے لیے زبان و قلم دونوں سے جہاد کرتے رہے۔ ڈاکٹر روبینہ شاہین کے مطابق:

”ڈاکٹر سید عبداللہ کی شخصیت کا نمایاں عنصر ان کی اسلام اور پاکستان سے محبت ہے۔ ان کے ہاں شروع ہی سے اخذ و اکتساب کا عمل جاری و ساری رہا۔ وہ تاریخ و ثقافت اور تحریکات و شخصیات سے استفادہ کرتے رہے اور اپنے شعور کی لو کو بڑھاتے رہے آخر ان کو وہ منزل مل گئی جسے مذہب کی روشنی اور وطن کی محبت کا نام دیا جا سکتا ہے۔۔۔ ان کے نزدیک پاکستانیت، اسلامیت کا مقامی نقش ہے۔ عملی لحاظ سے پاکستانیت کا مطلب پاکستان سے محبت ہو گا۔“(۱۳)

سید عبداللہ کا پاکستانیت کے حوالے سے زیادہ اصرار ادب میں ہے۔ ان کے قریباً تمام مباحث ادب کے پس منظر میں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اردو ادب میں پاکستانی ادیب اور شاعر پاکستانیت کو بالالتزام برتیں۔ اس ضمن میں انھوں ”پاکستان۔ تعبیر و تعمیر“ اور ”ادب و فن“ میں بھرپور بحث کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بعض ناسمجھ ناقدین اور تخلیق کاروں کا خیال ہے کہ اگر ادب میں پاکستانیت ہو گی تو اس ادب کی آفاقیت کو نقصان پہنچے گا۔ اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں:

”ایک اعتراض یہ اٹھایا جاتا ہے کہ پاکستان میں پیدا شدہ ادب میں پاکستانیت کم اور ”غیر ملکیت“ زیادہ ہے۔ یہ بھی در اصل پاکستانیت کو گزند پہنچانے کا طریقہ ہے۔ ورنہ غور کیا جائے تو کسی ادب کو پاکستانی کہہ دینے سے اس کی آفاقیت کو کوئی گزند نہیں پہنچتی۔ پاکستانی ادب میں آفاقی روح موجود ہے مگر اس میں خاص پاکستانیت کے عناصر بھی ہیں۔“ (۱۴)

اسی طرح کے کئی اور اعتراضات کو سید صاحب اپنے دلائل سے رد کرتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ پاکستان میں تخلیق ہونے والے ادب میں پاکستانیت، قومیت، اور پاکستانی فکریات کا خاص طور پر لحاظ رکھا جانا چاہیے۔ ان کا یہ بھی اصرار ہے کہ دوسری قوموں کے لیے نفرت اور جارحیت کے جذبات کو برانگیختہ نہ کیا جائے بلکہ اسلام کے مزاج اور انسان دوستی کی اقدار کو ادب کے ذریعے پروان چڑھایا جائے۔ ادب کو انسانی مساوات اور باہمی ہمدردی کے حصول کے لیے استعمال کیا جائے۔ ادب میں پاکستانیت پر بحث کرتے ہوئے سید عبداللہ ادیبوں اور شاعروں کو قومی شعور بیدار کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہی ادب حقیقی ادب کا منصب رکھتا ہے

جو زندگی کی عکاسی، ترجمانی اور تعبیر کرے اور جمالیاتی مسرتوں کا وسیلہ بھی ہو، قومی شعور کو ادب کا لازمی مقصد قرار دیتے ہوئے سید صاحب لکھتے ہیں:

> " قومی شعور سے مراد، قوم اور قومی زندگی کے فرائض و خصائص کا احساس و احترام اور قومی زندگی کو با مقصد، با معنی اور زیادہ با ثروت بنانے کا جذبہ وادراک ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ادب کا قومی شعور سے کیا تعلق ہے۔۔۔ یہ طے ہے کہ کوئی ادیب اور فن کار معاشرے کے جذبات کا قدرے آزاد نمائندہ اور ترجمان ہوتا ہے۔۔۔ ادیب معاشرے کا حساس ترین نمائندہ ہوتا ہے جس کا قلب قومی زندگی کی نازک ترین جذباتی لہروں کو اوروں سے کہیں زیادہ محسوس کرتا ہے۔"(۱۵)

سید صاحب کے نزدیک ادیب و شاعر کا ایک خاص مقام و منصب ہے اور اسی لیے وہ ان کو قومی تقاضوں کے لیے کام کرنے کی ذمہ داری سونپتے ہیں اور وہ ذمہ داری اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ ادبی تخلیقات میں پاکستانیت کے رنگ بھریں۔ وہ پاکستانی قوم کو پاکستانیت پر فخر کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ وہ پوری قوم اور خاص طور پر قلمکاروں سے مخاطب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "پس پاکستان کے قومیت (پاکستانیت) پر فخر کی ضرورت ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں یہ اہم ہے کہ داخلی سیاست کے نشیب و فراز اور عوام کی بعض مشکلات کو دیکھ کر پاکستان کی ضرورت اس کی ہستی اور بقا سے مایوس ہو جانا یا مایوسی پھیلانا گناہ عظیم ہے۔ اس قسم کی داخلی مشکلات ہر قوم کو پیش آتی ہیں اور عارضی ہوتی ہیں مگر غیور اقوام مایوس نہیں ہوتیں۔"(۱۶)

سید عبد اللہ کے مخاطب تو دانشور مفکرین اور مصلح بھی ہیں لیکن زیادہ اصرار اہل قلم سے ہے کہ ان کا کام زیادہ موثر اور زود اثر ہوتا ہے۔ وہ پاکستانیت پر اصرار کرنے کا سبب بھی بتاتے ہیں کہ مغرب کی یلغار اور مغرب پسندی کو اعتدال میں لانے کا ایک حربہ پاکستانیت کی ترویج ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں قومی سطح پر جوں جوں پاکستانیت کو فروغ ملے گا، دوسری اقوام کے ثقافتی اثرات بتدریج کم سے کم ہوتے جائیں گے اور ہر حوالے سے پاکستانی معاشرے کی انفرادیت اور امتیازی حیثیت نمایاں ہونے لگیں گی۔

سید عبد اللہ پاکستان میں پائے جانے والے علاقائی تعصبات اور لسانی منافرتوں سے بھی آگاہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ پاکستانی پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان کی تقسیم کا شکار بھی ہیں اور کچھ بیرونی ہاتھ بھی ان تعصبات کو ہوا دے رہے ہیں۔ سید صاحب سب مقامی کلچروں، ادبوں، زبانوں

اور ریت رواجوں کے مداح ہیں اور وہ ان سب کی ترقی کے لیے کام کرنے کو قابل تحسین اور قابل تعریف جانتے ہیں مگر ان کے نزدیک ان اختلافات کو بنیاد بنا کرنا ایک دوسرے کو کم تر اور برتر ثابت کرنا، مناسب نہیں اور نہ ہی ایک قومیت کے حق میں ہے۔ سید صاحب مقامیت کی اہمیت سے انکاری نہیں لیکن وہ اس انداز فکر کی مذمت کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مقامی ثقافت و تہذیب، ادب، رسم و رواج اپنی جگہ ہماری شناخت ہیں اور پاکستانیت کے جزو ہائے لاینفک ہیں۔[۱۷] ان سب کی اہمیت مسلمہ ہے لیکن سب سے مقدم پاکستان کی وحدت ہے۔ سید عبداللہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "قائد اعظم کی جنگ (آزادی) مسلمانان ہند کی اجتماعی آرزوؤں کی جنگ تھی۔ وہ کسی علاقے یا کسی خطے اور اس کے کسی داخلی کلچر یا زبان کے لیے نہیں لڑے بلکہ انھوں نے مسلمان قوم کی وحدت کے احساس کے راستے میں اس قسم کے جزوی احساسات کو رکاوٹ خیال کیا۔"[۱۸]

اس اقتباس کا مغزیہ ہے کہ ہم پٹھان اور سندھی بعد میں ہیں پہلے مسلمان اور پاکستانی ہیں۔ سید عبداللہ کے نزدیک مقامی ثقافت اور علاقائی زبانیں سب قابل توقیر ہیں لیکن بحیثیت قوم پاکستانی ثقافت اور قومی و سرکاری زبان کے طور پر اردو زبان ہماری وحدت اور شیرازہ بندی کا وسیلہ ہیں۔[۱۹] یہی وحدت اور بھائی چارے کی طاقت ہماری بقا اور آزادی کو یقینی بنائے گی۔ ایک دوسرے کی زبانوں کا احترام، مقامی زبانوں اور بولیوں کے ادب، لوک ادب، ثقافتی اختلافات کا احترام ہمارے اتحاد کو آسان بنا دے گا۔ یہی اقدار و روایات پاکستانیت کے عناصر بھی ہیں اور پاکستان کی بقا کی ضمانت بھی ہیں۔ مقامی اثرات کو پاکستانیت میں خاص اور کلیدی حیثیت حاصل ہے اور پاکستان اپنے صوبوں کے سب رنگوں سے ایک الگ اور قابل لحاظ ملک بنتا ہے اور یہی الگ رنگ پاکستانیت کہلاتا ہے۔

سید عبداللہ کے افکار کی روشنی میں پاکستانیت کا اہتمام اوراس اسلوب فکر کو عام کرنا درحقیقت پاکستان اور اس سے وابستہ امیدوں اور آرزوؤں کی تکمیل کی ضمانت ہے۔ پاکستان کو دو قومی نظریے کے پس منظر میں پروان چڑھانا اوراس سے وابستہ امیدوں کو پورا کرنا ہر پاکستانی کا فرض ہے۔ پاکستان میں بسنے والا ادیب ہو یا شاعر، ڈرامہ نگار ہو یا سٹیج پروڈیوسر، وکیل ہو یا استاد، بیوروکریٹ ہو یا صنعت کار، مبلغ اسلام ہو یا معمار، موسیقار ہو یا لوک فنکار، آرٹسٹ ہو یا مزدور، اس کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کی حقیقی روح کو زندہ رکھنے کے لیے اپنے تئیں ہر کوشش بروئے کار لائے اور پاکستان کی شناخت اور انفرادیت کو قائم رکھنے کے لیے نیک نیتی کام کرے۔ یوں اقبال اور

قائداعظم کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ سید عبداللہ اس ضمن حکومت یا ریاست کو یہ ذمہ داری سونپتے ہیں کہ وہ قانون سازی کر کے اس وطن میں اسلامی فکر اور اسلامی ضوابط حیات کو آئینی تقویت بہم پہنچائیں۔ پاکستانیت کا فروغ اور ترویج سید عبداللہ کا مشن رہا ہے اور انہوں نے اس ضمن میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ انہوں نے پاکستانی ثقافت، پاکستانی زبان وادب، پاکستان کے استحکام اور پاکستان کے قومی اور ملی فرائض کے حوالے سے خاصا کام کیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سید عبداللہ کے اخلاص نیت کے پیش نظر پاکستانی زندگی کے ہر شعبے میں پاکستانیت کے رنگوں کو اس انداز میں فروغ دیں کہ قومی سطح پر عدم شناخت کی دھند چھٹ جائے۔ پاکستانی قوم دنیا کے منظر نامے پر اپنی خاص انفرادیت اور معتبر شناخت کے ساتھ ابھرے اور قوموں کی صف میں اسے وہ مقام مل سکے جس کے لیے پاکستان وجود میں لایا گیا تھا۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، اسلامی ثقافت، لاہور، فیروز سنز، س۔ن، ص ۱۲۱

۲۔ وحید عشرت، پاکستانی ثقافت کی تشکیل، لاہور، پاکستان فلسفہ اکادمی، ۱۹۶۷ء، ص ۳۲

۳۔ خورشید احمد ندیم، اسلام اور پاکستان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۳۸

۴۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، تعلیمی خطبات، مرتبہ ڈاکٹر ممتاز منگلوری، لاہور، مجلس ارادتمندان سید، ۱۹۶۶ء، ص ۳۳۸

۵۔ سید عبداللہ، پاکستان۔ تعبیر و تعمیر، لاہور، مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۷ء، ص ۱۱۹

۶۔ افضل حق قرشی، سوالنامہ، لاہور، مجلس ترقی ادب، تحریر کردہ، ۷ جنوری ۲۰۱۸ء

۷۔ فیض احمد فیض، ہماری قومی ثقافت، کراچی، ادارہ یادگار غالب، ۱۹۶۷ء، ص ۲۱

۸۔ سید عبداللہ، پاکستان۔ تعبیر و تعمیر، ص ۱۲۰

۹۔ ڈاکٹر محمود الرحمان، پاکستانی اردو کے خدوخال، مشمولہ پاکستانی اردو: مزید مباحث، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۲ء، ص ۹۶

۱۰۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، کلچر کا مسئلہ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۱۳۷

۱۱۔ سید عبداللہ، پاکستان۔ تعبیر و تعمیر، ص ۱۲۳

۱۲۔ سید عبداللہ، ادب و فن، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۷ء، ص ۲۱۹

۱۳۔ ڈاکٹر روبینہ شاہین، ڈاکٹر سید عبداللہ: شخصیت و فن، لاہور، اکادمی ادبیات، ۲۰۰۷ء، ص ۱۸

۱۴۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، کلچر کا مسئلہ، ص ۱۳۷

۱۵۔ سید عبداللہ، پاکستان۔ تعبیر و تعمیر، ص ۱۲۱

۱۶۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، پاکستان۔ ایضاً، ص ۱۴۴

۱۷۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، پاکستانی کلچر، راولپنڈی، محمود برادرز پرنٹرز، ۲۰۰۸ء، ص ۱۸۱

۱۸۔ سید عبداللہ، پاکستان۔ تعبیر و تعمیر، ص ۲۵۴

۱۹۔ سید عبداللہ، تحریک نفاذ اردو، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۵ء ص ۱۹۴